ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)

Vol.7. No.4 2024

پنجابی ناول "وبا تے وسیب" از نین سکھ کا موضوعاتی مطالعہ

A Thematic Study of Punjabi Novel “Waba tay waseeb” by Nain Sukh

ڈاکٹر سمیرا اکبر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر عبدالعزیز ملک، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

Humans have faced many epidemics in different periods of history. Recently He faced the dangerous epidemic of COVID-19. Epidemics and their effects on human’s life have always been the subject of literature. A lot of literature has been created on the Corona epidemic in world languages and and Pakistani languages also. ‘’Waba tay Waseeb’’ by Nain Sukh is such a Punjabi novel which is based on COVID-19. The novel reflects the isolation, sadness and fear spread by the lockdown very well. In this novel, the individual and collective problems faced by man of modern world have been depicted. Modern man, who was already lonely and isolated, became even more isolated and alienated by this epidemic. Globalization, Corporate Culture, Industrial revolution and its effects on third world countries are also discussed in this novel.

Key words: Punjabi, Novel, Nain Sukh, COVID-19, Lock down, Globalization, Alienation, Urbanization

کلیدی الفاظ: پنجابی، ناول، نین سکھ، کووڈ19، لاک ڈائون، عالمگیریت، بیگانگی، اربنائزیشن

کروناوائرس COVID-19 ایک ایسی خطرناک اور جان لیوا وبا ہے جس کا سامنا ماضی قریب میں بنی نوع انسان کو ہوا۔ اس وبا نے دنیا بھر کی سیاست، معیشت اور معاشرت کو بدل کر رکھ دیا۔ اس وبا سے ہونے والے جانی ومالی نقصان نے جہاں اجتماعی طور پر دنیا کے نظام عبادت، معیشت، حکومت، معاشرت پر سوالات اٹھائے وہاں انفرادی طور پر انسان کی نفسیات، رویوں اور نظریات کو بری طرح متاثر کیا۔ تخلیقی ذہنوں پر یہ اثرات اور بھی نمایاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس لیے کرونا وبا کے دوران اور اس کے بعد ایسا ادب تخلیق کیا گیا جس نے اس وبا کے دوران انسان کے جذبات، احساسات، رویوں اور خیالات کو آئندہ آنے والے وقتوں کے لیے محفوظ کر لیا۔

کرونا سے پہلے بھی دنیا کو ہیضہ، طاعون اور ہسپانوی فلو جیسی مہلک وبائوں کا سامنا رہا۔ ان وبائوں کا سب سے بڑا نقصان خوف کی فضا کا قائم ہو جانا ہے۔ اس زمانے میں سائنس اور ٹکنالوجی اتنی ترقی یافتہ نہ تھی کہ ان وبائوں سے ہونے والے جانی ومالی نقصان کے مستند اعداد و شمار لوگوں تک بروقت اور تیزی سے پہنچائے جاسکیں۔ حالیہ وبا یعنی کرونا میں خوف و دہشت کی فضا پچھلی تمام وبائوں کی نسبت بہت زیادہ رہی۔ اب تو عالمی ادارہ صحت کی طرف سے روزانہ کی بنیادوں پر اعدادوشمار انٹرنیٹ کے ذریعے پل بھر میں تمام لوگوں تک پہنچتے رہے۔ دنیا کے نقشے پر سرخ نقطے ان شہروں اور ملکوں کی نشاندہی کر رہے تھے جہاں یہ وبا اپنے پنجے گاڑ چکی ہے۔ ان نشانات میں اس تیزی سے اضافہ ہوا کہ انسان کے پاس بھاگنے کی کوئی جگہ نہ رہی۔ اب چائنہ، اٹلی اور امریکہ جیسے بڑے اور ترقی یافتہ ممالک کے مناظر بالخصوص فوجی گاڑیوں کی قطاروں میں لے جائی جانے والی لاشیں اور ڈاکٹروں کی بڑی تعداد میں اموات دل دہلانے کو کافی تھیں۔ اس خوف اور تنہائی نے انسانیت کو ایک کرب میں مبتلا کر دیا۔ یہی کرب، خوف، تنہائی اور بے یقینی کی فضا ادب کی تخلیق کا محرک بنی۔ وبائی عہد کو تخلیقی ادب کا موضوع بنانے کا چلن نیا نہیں ہے۔ بقول پریم چند:

> "ہر ایک قوم کا علم و ادب اپنے زمانے کی سچی تصویر ہوتا ہے۔ جو خیالات قوم کے دماغوں کو متحرک کرتے اور جو جذبات قوم کے دلوں میں گونجتے ہیں، وہ نظم ونثر کے صفحوں میں ایسی صفائی سے نظر آتے ہیں جیسے آئینہ میں صورت۔"(1)

وبائوں کے زمانے میں بھی بہت سا ایسا ادب تخلیق کیا گیا جو اس زمانے کی ایک حقیقی تصویر ہے۔ اس وبا سے پہلے آنے والی وبائوں کے دوران اور بعد میں عالمی ادب میں کئی شاہکار منصہ شہود پر آئے۔ اگر وبا کے حوالے سے نثری ادب بالخصوص فکشن کو دیکھیں تو جیفری چاسر (Geoffrey Chaucer) کی ’’کینٹر بیری ٹیلز‘‘ (Canterbury Tales) البرٹ کامیو (Albert Camus) کے ناول ’’طاعون‘‘ (The Plague) ڈینیل ڈیفو (Daniel Defoe) کے "اے جرنل آف دی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)

Vol.7. No.4 2024

پلیگ ایئر"(A Journal of the Plague Year) اور گبرئیل گارشیامارکیز(Gabriel Garcia Marquez) کے ناول "وبا کے دنوں میں محبت" (Love in the Time of Cholera)، ایسے ہی فن پاروں کی ذیل میں آتے ہیں۔ حالیہ وبا یعنی کرونا پر بھی عالمی ادب میں بہت کچھ لکھا گیا۔

عالمی ادب کے علاوہ اردو اور پاکستان کی دیگر علاقائی زبانوں میں بھی اس طرح کا ادب دیکھنے کو ملتا ہے۔ وبا کے حوالے سے اردو ادب میں ابتدائی تحریریں غالب کے خطوط میں ملتی ہیں۔ بعض ازاں ڈپٹی نذیر احمد کے ناول "توبتہ النصوح" کا آغاز ہی وبا اور اس کے حالات سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد راجندر بیدی سنگھ کا افسانہ "کوارنٹین" پلیگ کے پس منظر میں لکھا گیا ہے تاہم کرونا کے قرنطینائی ماحول پر بھی صادق آتا ہے۔۔ حسن منظر کا ناولٹ "وبا" اور مستنصر حسین تارڑ کا ناول "شہر خالی، کوچہ خالی" کرونا وبا پر لکھے جانے والے فکشن میں شامل ہیں۔ محمد اعظم ندوی نے کورونا سے متعلق نثری اور منظوم تخلیقات کا ایک مجموعہ "کورونائی ادب" کے نام سے مرتب کیا۔ پاکستان کے معروف رسالے "دنیازاد" نے "کرونا نمبر" شائع کیا۔ اس کے علاوہ کرونا کے حوالے سے کئی شعری مجموعے اور کئی رسالوں کے کرونا نمبر بھی شائع ہوئے۔

اردو کے علاوہ پاکستان کی علاقائی زبانوں میں بھی کئی تخلیق کار شعری اور نثری تخلیقات سامنے لائے۔ سندھی ادب کو دیکھیں تو اختر حفیظ کا "کووڈ-19"، رسول میمن کا معروف ناول "کتا" اور عبدالرحمان پیرزادہ کی تصنیف "وبا کے دن" کرونا پر لکھے جانے والے ادب کی ذیل میں آتے ہیں۔ پشتو زبان کے فکشن کا جائزہ لیں تو کرونا کے حوالے سے کچھ افسانہ نگاروں (زاہد آفریدی، ہمدر یوسف زئی اور آیت اللہ ترکزئی) کے افسانے نظر آتے ہیں۔ پنجابی زبان کے ادب میں کرونا کے حوالے سے زاہد حسن کا افسانہ "کوارنٹائین" ملتا ہے۔ اس کے علاوہ پنجابی زبان کے فکشن میں کرونا کے حوالے سے کوئی بڑا کام نظر نہیں آتا۔ اس کمی کے نین سکھ کے پنجابی ناول "وباتے وسیب" نے بڑی حد تک دور کر دیا ہے۔

نین سکھ معاصر پنجابی فکشن کا ایک معتبر اور اہم نام ہے جس نے افسانہ اور ناول کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ ان کا حال ہی میں "وباتے وسیب" کے عنوان سے ناول اشاعت پذیر ہوا ہے۔ اس سے پہلے ان کے پانچ افسانوی مجموعے ("ٹھیکریاں"، "اتھل پتھل"، "شہید؟"، "آئی پرے دی وا"، "جوگی، سپ، تراہ") زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم و ادب سے پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ ان کا ایک ناول "مادھو لال حسین" (لہور دی ویل) بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی ایک تصنیف "دھرتی پنج دریائی" ہے۔ حال ہی (2020) میں نین سکھ کا تازہ ناول "وباتے وسیب" شائع ہوا ہے۔ جس کا موضوع کرونا وبا ہے۔۔ اس ناول کا انتساب:

"اوہناں ہیلتھ ورکراں، نرساں تے ڈاکٹراں دے ناں جیہڑے ڈیوٹی کردیاں کورونا دا شکار ہوئے"(2)

کے نام ہے۔ یہ ناول 27 فصلوں میں منقسم ہے۔ پہلی فصل کا عنوان "لاک ڈائون" ہے۔ اس حصے میں لاک ڈائون کے زمانے میں ہنستے بستے علاقوں کی منظر کشی عمدگی سے کی گئی ہے:

"کاروبار ٹھپ، دکاناں، دفتر بند تے سکولاں نوں جندرے۔ چھٹی دا اعلان ایمبولینس دے سائرن راہیں، کم تے پڑھائی توں آزادی پریشانیاں دی بھیڑ وچ پھسی ہسپتال دا راہ پچھدی پھرے جتھے ہاسے، خبراں دے ماتمی جلوس وچ رل کے وین بنے۔ چہکدے میکدے پارک کے گارڈن باں باں کردے بھارے تھاں ہوئے۔ گھنے رکھاں دیاں چھاواں جیویں بھوتاں دے پرچھاویں۔ دُھپ نوں گرہن لگاتے واء شودھی شُدین ہوئی۔"(3)

اس لاک ڈائون سے پھیلنے والی تنہائی، اداسی کے ساتھ ساتھ پھیلنے والے خوف کی عکاسی بھی اس ناول میں جا بجا ملتی ہے۔ اس وبا نے جس طرح لوگوں کو طرز زندگی بدل کر رکھ دیا اور وبا کے خوف نے انسان کو کئی قسم کے اندیشوں میں مبتلا کر دیا، ناول میں تفصیل سے دکھایا گیا ہے:

"باقی دنیا وانگوں گلزار ولاز دے دانے، بینے رہائشی وی لائی لگ ہو کے راشن ذخیرہ کر رہے جیوں کوئی لام لگن والی ہووے۔ انہونی توں ترٹھے وہماں مارے ساہ پھلائی بیٹھے، مارکیٹ چوں آکسیجن سلنڈراں دا سٹاک مُک گیا۔ گھراں چوں سوادی کھانے دی ہواڑ گھٹ، باہلی دوائیاں دی بدبو آوے۔ جراثیم کش سپرے، پرولی پوچے وچ کیڑے مار کیمیکل۔ فون چوں جتھے افواہواں دے فوارے چھُٹن، اوتھے وباتوں بچاء لئی ٹونے ٹوٹکے وافر۔ جینوں پچھو اوہ ای حکیم تے ڈاکٹر، مفت مشورے، علاج تے نسخے: امیونٹی بہتر کرن واسطے چنگی خوراک کھاؤ! نفسیاتی طورتے پریشان نہ ہووو!"(4)

شہری علاقوں میں اس وبا کا اس قدر خوف تھا کہ لوگوں نے معمولات زندگی بالکل ترک کر دیئے اور گھروں میں قید ہو گئے اور دوسروں سے ملنا جلنا بالکل چھوڑ دیا اس خوف سے کہ کہیں کسی سے کرونا کے جراثیم انہیں نہ لگ جائیں۔ وبا کے دنوں میں تنہائی کے عذاب کو کاٹنے کے لیے لوگوں نے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا ایپلی کیشنز کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ کئی ایسے فیس بک اور واٹس ایپ گروپس تخلیق کیے گئے جہاں لوگ ایک دوسرے سے بات چیت کرتے۔ "وباتے وسیب" میں بھی "مارننگ واکرز" اور "میرے اپنے" جیسے سوشل میڈیا گروپس دکھائی دیتے ہیں۔ اپنوں سے روبرو ملاقات کی بجائے ان سوشل میڈیا گروپس کا سہارا لیا جانے لگا۔

شہری علاقوں کے برعکس دیہی علاقوں میں حالات بالکل مختلف ہیں۔ وہاں لوگوں کو یہ وبا ایک افسانہ یا کہانی لگتی تھی۔ "وباتے وسیب" میں اس وبا پر شہری اور دیہی علاقوں کے لوگوں کے ردعمل کا تقابل اور عکاسی عمدگی سے کی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "مڑھیاں پنڈ پاسے دھیان ماریاں اکرم نوں اِنج لگا جیویں کورونا اوتھے آیا اسی نہیں۔ سڑک تے جاندیاں اوہ پنڈ دیاں گلیاں ول جھاک رہیا۔ جدھر بال کھیڈاں وچ لگے، وڈے ٹولیاں وچ کھلوتے گپاں ماردے ہاسا مخول کر دے سی۔ اکرم رانی کولوں سنیا ہویا کہ مڑھیاں پنڈ کچی وستی جتھے غریباں ناجائز قبضے کیتے ہوئے۔ قبرستان دی کندھ نال سڑک اُتے رُکھ دی چھاویں تین بابے بے فکرے بیٹھے حقہ پی رہے جیہناں نوں اکرم کارچوں نکل کے مفت ماسک پھڑاندیاں کوروناتوں ڈرایا۔ بڈھڑے اگدوں ای ایس وبا بارے سنی بیٹھے۔ ماسک پانا لازمی، ایہہ وی اوہناں نوں خبر جیہنوں اور چھکو کہہ کے ہس پئے۔ کیہ اے پاکے موت نہیں آئوندی؟"(5)

اس ناول میں ماڈرن دنیا کے انسان کو درپیش انفرادی اور اجتماعی مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ جدید دور کا انسان جو پہلے ہی تنہا اور اکیلا تھا اس وبا کے آنے سے مزید اکلاپے اور بیگانگی کا شکار ہو گیا۔ بیگانگی جدید دور کا ایک نمایاں رجحان ہے۔ جب انسان کا ذہن تنہائی، مایوسی، اداسی یا کسی اور وجہ تشکیک کا شکار ہو جائے تو اس کے اندر بیگانگی پنپنے لگتی ہے۔ بیگانگی کی کئی اقسام ہیں۔ ایک بیگانگی کا سرا تصوف کے نظریہ "وحدت الوجود" سے ملتا ہے، تو دوسرا کارل مارکس کے معاشی بیگانگی کے نظریے سے ملتا ہے۔ مچل ڈنکن کے مطابق:

> "Alienation is that condition when a man does not experience himself as the action of his own power and riches but as an impolrished "thing" dependent on outside of himself."(6)

Eric Fromm اپنی کتاب The Sane Society میں بیگانگی (Alienation) کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "By alienation is meant a mode of experience in which the person experiences himself as an alien. He has become, one might say, estranged from himself."(7)

ناول "وباتے وسیب" میں کرونا وبا اور اس وبا کی وجہ سے ہونے والے لاک ڈاؤن، قرنطینہ، سماجی فاصلہ اور انسانوں سے میل کی ممانعت جس نے انسان کی بیگانگی کو مزید گہرا کر دیا عمدگی سے دکھایا گیا ہے:

> "وبائی پریشانی تے اُداسی وجھوں وسیب وجھوں وسیب کیہ: وِلگن تے وِتھ۔ سارے گھراں وچ دور رہن، سماجی فاصلہ فیشن ہویا تے ایس او پیز اُتے عمل کرنا روٹین بنی۔ سرکاروں دِنے راتیں اعلان: Stay at home نتیجہ کیہ نکلیا: اکلاپے تے بیگانگی جیہڑے ماڈرن لائف اگدوں ای بھگت رہی۔"(8)

ناول "وباتے وسیب" میں انھوں نے کرونا کے دنوں میں نہ صرف انسانی جذبات، احساسات اور کیفیات کو موضوع بنایا ہے۔ بلکہ معاشرے کو لگنے والی بیماریوں کی بھی نشان دہی کی ہے۔ ناول نگار جدیدیت اور حد سے بڑھی ہوئی مغربیت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اس کے مقابلے میں دیسی اور روایتی طرز حیات کی حمایت کرتا ہے۔ اس کا ماننا ہے کہ اس جدیدیت کی بنیاد پر تیسری دنیا کے لوگوں کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ انہیں ان کی زبان، رسوم ورواج اور تہذیب وثقافت سے متنفر کر کے ترقی یافتہ ممالک اپنی زبان

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)

Vol.7. No.4 2024

، کلچر اور تہذیب کو نافذ کر رہے ہیں۔ اس ناول میں دو دنیائیں دکھائی گئی ہیں۔ ایک دنیا جدیدیت کی نمائندہ ہے جو گلزار ولاز کی دنیا ہے اور دوسری دنیا ہماری روایتی سماج ہے جس کا نمائندہ گائوں ترکھان والی ہے۔

ناول کا مرکزی کردار اکرم جنجوعہ گلزار ولاز کا رہائشی ہے، لیکن اس کا بنیادی تعلق ترکھان والی سے ہے۔ ناول میں کارپوریٹ کلچر بالخصوص کارپوریٹ فوڈ سسٹم کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ کارپوریٹ فوڈ سسٹم ایک ایسا نظام ہے جس میں صارفین کو مقامی فوڈ کی بجائے دنیا کے ترقی یافتہ ممالک سے آنے والی خوراک مہیا کی جاتی ہے۔ یہ بیماری پاکستان میں بھی پھیلتی جا رہی جا بجا تیزی سے بنتی ہوئی سپر مارکیٹیں اور شاپنگ مال ان کلچر کو فروغ دے رہے ہیں۔ خوراک چونکہ دوسرے ممالک سے آتی ہے اس لیے اس کے اخراجات زیادہ ہے صارفین سے حد سے زیادہ قیمتیں وصول کی جاتی ہے۔ دوسری طرف یہ غذائیں صحت کے لیے انتہائی مضر ہیں۔ ناول "وباتے وسیب" میں کارپوریٹ فوڈ سسٹم سے متعلق اکرم جنجوعہ، ایس ایس سرویا اور چودھری صاحب کا ایک مکالمہ ملاحظہ ہو:

”ملک انڈسٹریلائزڈ نہیں، ویسٹرنائزڈ ہو کے کارپوریٹ فوڈ سسٹم تحت چل رہیا۔ کاروبار وچ نفع نقصان دیکھیا جاندا، انسانی صحت دی پرواہ کیویں ہووے۔ پولٹری ڈائٹ، کائوفیٹنگ فارمولے تے فش فوڈ وچ کیہ ملاوٹاں تے گھپلے، پرکھن پھرولن دی اجازت نہیں۔ قنون دی حاکمی نہ مضبوط ادارے۔ حقاں تے پکھاں دی سمجھ نہ پوری پڑھت گُرھت۔ فاسٹ فوڈ دے چسکوریاں نوں کیہ خبر کہ جی ایم او (Genetically Modified Organism) وچ جنور شاہی (Animal Kingdom) دا بوٹا شاہی (Plant Kingdom) نال ریپ کروایا جا رہیا۔ ریسٹ مائنڈ سیٹ وچ حلال حرام تے جائز ناجائز دی کیہ تمیز۔ ینگ جنریشن جم جوائن کرن نوں اُتاولی جھتے کندھاں اُتے لگے انرجی ڈرنکس، فوڈ پیمنٹس نے گروتھ ہارمونز دے اشتہار نویں آیاں نوں اکھاں ماردے۔ سوچاں اُتے سیکس سوار کر کے بناوٹی جوانی دا وکھالا ہووے۔ موبائل فون، لیپ ٹاپ۔ انٹرنیٹ انڈرڈویلپڈ ملک دی کنزیومر سوسائٹی نوں سہولت بھاویں دتی پر پریشان تے کھجل وی بہت کیتا۔ برانڈڈ شاپنگ تے انکم تھوڑی، ساڈی ساری رہتل نت نویں مہنگے فیشنال اُدھال لئی۔۔"(9)

گائوں کے اور روایتی طرز معاشرت کے مقابلے میں جدید معاشرہ اور اس کا کارپوریٹ کلچر ہے۔ جس کی عکاسی "وباتے وسیب" میں یوں کی گئی ہے:

"پنجابیاں بارے گل بنی ہوئی کہ اوہ گوشت اودوں کھاندے جدوں ککڑاں نوں بیماری پوے یا بندہ آپ بیمار ہووے۔ جدو کا پولٹری فارم بنے اسیں گوشت خور ہو گئے۔ کیہڑی ڈش جیہدے وچ چکن نہ پوے، کھا کھا بال برائلر ہو رہے۔ اے اوہ ای دیس جتھے کدی ہر گھر وچ ہر ویلے ہانڈی نہ پکدی۔ رُکھی سُکھی کھا کے گزارہ کرن والے چٹنی، اچار، گُڑ نال روٹی کھا لیندے۔ گھیو شکر تے ککوں دی کیا بات سی۔۔۔ پرانے سمے وچ لوگ دو ویلے ای کھانا کھایا کردے۔ حکیم کہندے کے بُھکھ رکھ کے کھائو۔ بھر پیٹ نوں بیماری دا گھر آکھن۔"(10)

جدید دنیا کا بغور مطالعہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ سائنسی ترقی نے تیزی سے دور دراز خطوں کے مابین فاصلے اور وقت کی دیواریں گرا دی ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کی صنعتی، سائنسی اور تجارتی ترقی نے تیسری دنیا کے ممالک بالخصوص ایشیا کے ممالک کو بہت متاثر کیا ہے۔ اسی نام نہاد ترقی کی لپیٹ میں پاکستان بھی آیا ہے جس کے وجہ سے مقامی سطح پر موجود بہت سے تصورات جیسے صبر، شکر، توکل، تہذیب، تمدن، شرافت اور انسان دوستی کے معیارات تبدیل ہو گئے ہیں۔ پیسے کی دوڑ میں سب شامل ہوتے گئے جس سے انسانیت کی جگہ حیوانیت نے لے لی۔ پرانے معاشرے کے کسان کا نقشہ پیش کرتے ہوئے نین سکھ لکھتے ہیں:

"پُرانے کسان قسمت تے تصویر دے منہار جیہناں اُتے قدرت مہربان رہی جیہڑے اپنی محنت دے مُڑھکے نال اپنی زمین نوں مہکاندے رہے جیہنوں اور جائیداد نہیں، ماں سمجھدے، جدوں نویں کھیتی باڑی آئی، طریقے بدلے۔ اکھے جِنی ڈوڈی، اونی گوڈی۔۔۔ بابے تے بابلے ہل واہن نوں مندہ سمجھدے سن جیہڑے ہریالی نوں زمینی دی چادر کہن۔ ڈونگھے ہل دے خلاف کہ انج اک گٹھ جیہڑی جڑاں دی جوہ، اوہدے ہیٹھ سوتر دا نقصان ہووئے۔"(11)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)

Vol.7. No.4 2024

یہ بزرگوں کو دانش تھی جسے آج سائنس بھی درست کہہ رہی ہے:

"اج ماڈرن ریسرچ وی ایہہ دس پائی کہ چھ انچ رُوٹ زون ہوندا جیہدے ہیٹھ مائیکرو فلورا تیزابی واہی بیجی نال تباہ ہو رہیا۔ ایہدی راک تھام لئی اک نواں طریقہ آیا جینہوں ملچنگ کہندے۔ ایہہ تجربہ خاص طور باغاں وچ کیتا جاریا رہیا جتھے ہل تے گوڈی گھٹ کردے۔ جڑی بوٹیاں اُتے توڑی تے پرالی کھلار دیندے۔ پانی وی گھٹ لانا پوے۔"(12)

"وباتے وسیب" میں نین سکھ نے Urbanization کے مسئلے کو بھی ناول کے ذریعے اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اربنائزیشن جدید دنیا کا ایک گھمبیر مسئلہ ہے جس میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

> "Urbanization refers to the mass movement of populations from rural to urban settings and the consequent physical changes to urban settings. In 2019, the United Nations estimated that more than half the world's population (4.2 billion people) now live in urban area and by 2041, this figure will increase to 6 billion people." (13)

اردو میں اربنائزیشن کے لیے شہر کاری، شہریانہ جیسی اصطلاحات بھی استعمال ہوتی ہیں۔ اس سے مراد دیہی علاقوں میں رہنے والی آبادی کا شہروں میں منتقل ہونے کا عمل ہے۔ یوں شہروں کی آبادی تیزی سے بڑھتی جارہی ہے اور شہری زندگی کے مسائل بھی اسی تیزی سے بڑھتے جارہے ہیں۔ جدیدیت کے زیر اثر لوگ دیہاتوں کی صاف ستھری اور سادہ زندگی پر شہروں کی بھاگتی دوڑتی سہولیات سے بھرپور اور مشینی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ رہی سہی کسر نئی ہاؤسنگ سوسائیٹیوں اور رئیل اسٹیٹ کے کاروبار نے نکال دی ہے۔ اس تمام صورتحال میں ہمارے معاشرے کی ریت رواج، اقدار و روایات اور طرز حیات کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی وجہ سے نت نئی ایجادات نے شہری زندگی کو پر تعیش اور سہل تو بنا دیا ہے لیکن اس سے کئی مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ شہروں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے خوراک، صاف پانی اور تازہ ہوا کے مسائل کے ساتھ ساتھ انسان کو کئی جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی بیماریوں کا تحفہ بھی عنایت ہوا ہے۔ ڈیپریشن، شوگر، دل کے امراض، بلند فشار خون، اور کمپیوٹر آئی سنڈروم جیسے عوارض میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ "وباتے وسیب" کے بیشتر کردار جو گلزار ولاز میں مقیم ہیں وہ ان تمام بیماریوں کا شکار نظر آتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس طرز زندگی نے ہمارے ماحول کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔ زمینی آلودگی، آبی آلودگی، شور کی آلودگی اور فضا کی آلودگی تیزی سے بڑھتی جارہی ہے جس کا نتیجہ سموگ جیسی آفت کی شکل میں سامنے آیا ہے:

"فیکٹریاں تے ٹریفک ای گھٹ نہیں، فصلاں دے مُڈھاں تے وڈھاں نوں اگ لگی، دِلی توں لہور تیک دُھوں دے بدل ای بدل۔ دن دُھندلا گئے۔ سکولاں وچ چھٹیاں، بیمار تے بُڈھے گھراں وچ قید ہوئے۔ لہور وچ تین بیماریاں بہت ودھ گئیاں: آئی انفیکشن، سکن الرجی نے لنگز انفیکشن۔ ایس ایس سرویا دے کہن موجب دلی تے لہور وچکار 10 ملین لوگ سموگ توں متاثر ہوئے جدوں ایتھے ایئر کوالٹی انڈکس 451 دی خطرناک حد تیک اپڑ گیا جیہڑا 100 توں وی گھٹ ہونا چاہیدا۔ اخیر اکتوبر توں شروع ہوئے سموگ دے عذاب توں ادھ دسمبر وچ آ کے جان چھٹی تے اگوں نویں ویا کورونا دا رَولا پے گیا۔"(14)

ناول میں اس تباہی کا بہت حد تک ذمہ دار گورے سامراج کو ٹھہرایا گیا ہے۔ ناول نگار کا کہنا ہے کہ ہمارے وسیب کی تباہی کے ذمہ دار وہ زمیندار اور سیاست دان ہیں جنھوں نے گرین ریوولوشن کے نام پر امریکی غلامی قبول کی اور انڈسٹریل ریوولوشن والے ان ممالک کو صارفین مہیا کیے:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)

Vol.7. No.4 2024

> " ایہہ سماں پاکستانی پنجاب امریکی امداد نال 60 دے دہائی وچ دیکھیا جدوں ایتھے ہائی پیلڈ ورائیٹز، کیمیکل فرٹیلائزرز تے ٹیوب ویل ایریگیشن آئی۔۔۔پہلے وی دوجے دیساں توں پنجاب وچ بُوٹے تے بی آندے رہے پر اوہناں سارے دیساں دی زمین ساڈی زمین ورگی۔ساڈی روہی، چھمپ، ریتلی بھاویں پتھریلی زمین جیہڑی چیکنی پی ایچ سکیل دے حسان نال الکلائن آکھدے۔امریکی زمین بُھربُھری جیہڑی تیزابی (ایسڈک) دوناں زمیناں دے وڈے غذائی مادے تے نکے غذائی مادے دی ترتیب تناسب ہورویں۔تیزابی زمین اوتے کیتے تجربے ضروری نہیں چیکنی مٹی وی اُنج ای قبول کرے۔امریکہ وچ فاسفورس، پوٹاس تے نائٹروجن والیاں کھاداں زمین نوں جیویں جو فیدہ دتا، پنجاب دی زمین دا اُلٹا نقصان ہویا، جیہڑے ہائبرڈبی امریکی زمین وچ تیار ہوئے اور پنجاب دی دھرتی نوں راس نہیں۔"(15)

ناول نگار کا کہنا ہے کہ یہ خوشحالی یا آبادی نہیں بربادی ہے۔اس نام نہاد زرعی ریولوشن نے ہماری زمین اور ماحول کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ناول کی ایک فصل کا عنوان ہی "آبادی کہ بربادی" ہے جس کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا ہے:

> "تیزابی تے فارمی واہی بیجی دی لِشک پُشک دیسی مہک چیک نوں اُجاڑ دِتا۔تے مشینی ماحول چوں حاصل وصول کیہ: بیماری، بُھکھ، بیروزگاری، بے چینی، بیگانگی، نفرت تے نشہ۔ سکھی ساوی تے دانی پردھانی وسوں ساڈے ساہمنے کُوڑکباڑ ہوئی۔ لوک سیانپ، گُن گیان، ریت پریت، ورت وِہار، سانجھ سواد، پرھیا پنچایت، کاریگری، کسانی، کلاکاری، ہانڈی روٹی، ٹونے ٹوٹکے تے دوادارُو، ساری ساڈی وراثت جیہڑی ساتھوں سانبھ نہ ہوئی۔تے ہُن کھانگڑ تواریخ دے اُجڑے کھولیاں چوں پراجیکٹ لبھدے پھریے۔اجو کی بدحالی ولوں بے دھیانے جدھر جدی باغ بہاراں لاوارث ہوئیاں۔ بُھل بُوٹے، چرند پرند، مچھ کچھ سبھ خطرے وچ۔"(16)

اس ناول کا مرکزی موضوع تو کرونا ہے لیکن ناول کا مطالعہ کرنے پر ناول نگار کا زبردست ماحولیاتی شعور جابجا نظر آتا ہے۔ہمارا ماحول اور اس کو لاحق خطرات، کارپوریٹ کلچر، صنعتی انقلاب اور ترقی پذیر ممالک پر اس کے اثرات، دیسی اور روایتی طرز زندگی کے ثمرات کے مقابلے میں جدید اور آرٹیفیشل طرز حیات کے نقصانات، روایتی زرعی طریقوں کے مقابلے میں گرین ریولوشن کے انسانی صحت اور ماحول کو نقصانات، دیسی اور مقامی پودوں اور درختوں کی بجائے امپورٹڈ درختوں کے ہمارے ماحول کو پہنچنے والے نقصانات تمام اس ناول میں جابجا موضوع بحث آئے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ پریم چند، دیباچہ، سوزوطن، لاہور: گیلانی پریس، 1929، ص4

2۔ نین سکھ، وباتے وسیب، لاہور: کتاب ترنجن، 2022، ص5

3۔ ایضاً، ص11،10

4۔ ایضاً، ص11

5۔ ایضاً، ص27

6.Mitchell Duncan, dictionary of sociology, London:rautledge & kegan, page:05

7. Fromm, Erich. "The sane society, London and New York: Routledge,1955, P 117

8۔ نین سکھ، وباتے وسیب، ص45

9۔ ایضاً، ص49

10۔ ایضاً، ص49-50

11۔ ایضاً، ص51۔52

12۔ ایضاً، ص52

13. United Nations. World urbanization prospects. New York; 2019

14۔ نین سکھ، وباتے وسیب، ص84

15۔ ایضاً، ص101-102

16۔ ایضاً، ص119